رسائل و مسائل

جماعت اسلامی اور انڈین یونین کا روپیہ

جماعت اسلامی کے متعلق اس کے بعض غیر ذمہ دار حریفوں کی طرف سے پہلے بھی یہ مفسدانہ پروپیگنڈہ کیا گیا تھا کہ انڈین یونین کی طرف سے روپیہ ملتا ہے، اور اب جماعت کو بالکل میدانِ عمل میں آمنے سامنے دیکھ کر از سرِ نو اسی دروغ کو فروغ دینے کی کوششیں نہایت منظم طریق سے شروع ہو رہی ہیں۔ خاص طور پر یہ کہا جا رہا ہے کہ جماعت اسلامی کے بے شمار کارکن دن رات کام کاج چھوڑ کے تحریکِ اسلامی کی سرگرمیوں میں مصروف رہتے ہیں اور پھر اکثر ایسے ہیں جو صاف ستھری زندگی بسر کرتے ہیں، پھر لٹریچر اور ہینڈبل نہایت کثیر تعداد میں شائع ہوتے رہتے ہیں اور جلسے بھی منعقد ہوتے ہیں۔ لیکن کہیں چندے کی اپیل نہیں کی جاتی — پھر آخر روپیہ انڈین یونین سے نہیں آتا تو کہاں سے آتا ہے۔ اس سوال کو چھیڑنے والوں نے دو باقاعدہ افسانے بھی گھڑے ہیں۔ ایک یہ کہ تھوڑی تھوڑی مدت کے بعد جماعت اسلامی کا ایک آدمی مولانا ابوالکلام آزاد کے پاس پہنچتا ہے اور وہاں سے روپیہ لاتا ہے۔ دوسرا یہ کہ جماعت کے کارندے محاذِ کشمیر کی طرف سے جا کر شیخ عبداللہ کشمیری سے روپے لاتے ہیں۔

اس پروپیگنڈے کی نوعیت کو واضح کرنے کیلئے ہم صرف اُن معترضین کے سامنے چند تصریحات رکھ دینا چاہتے ہیں جو مخلص ہیں لیکن صرف غلط فہمی میں مبتلا ہیں۔ باقی رہے اربابِ فتنہ سو ان کی فتنہ طرازیوں کی ہمیں کوئی پرواہ نہیں ہے۔ انہیں جو کچھ کرنا ہو کرتے رہیں۔ ان سے ہمارا معاملہ خدا کی عدالت ہی میں نمٹے گا — ہاں یہ اللہ کے اختیار میں ہے کہ دنیا میں بھی اُن کی رسوائی کا سامان کر دے۔

* خاص طور پر یہ سوال ان دنوں حلقوں میں بہت قابل غور بنا ہوا ہے کہ "مطالبہ" کی مہم میں حکومت کو جو تاریں اور خطوط وصول ہوئے ہیں ان کا صرفہ تنہا لاکھوں تک پہنچتا ہے۔ جماعت اسلامی نے یہ خرچ آخر کہاں سے کیا ہے۔ خاص اس مسئلے میں بتا دینا ضروری ہے کہ جماعت نے تاریں یا خطوط اپنے پاس سے پیسے دے کر نہیں بھجوائے، بلکہ اس نے جن لوگوں کو مطالبہ کے حق میں تائید کرنے پر قائل سے تیار کیا ہے، انہوں نے اپنے پاس سے تاروں اور خطوط پر روپیہ خرچ کیا ہے۔ (ادارہ)

ہمارے ہاں گذشتہ پچاس ساٹھ سال میں جتنی جماعت بندیاں ہوئی ہیں ان کے مالیات کا دارومدار دو قسم کے ذرائع آمدنی پر رہا ہے (۱) فیس داخلہ اور چندۂ رکنیت (۲) جماعتی ضروریات کے لیے مختلف فنڈ قائم کر کے قوم سے ان میں چندے کی درخواست کرنا۔ ان دونوں طریقوں میں اول الذکر براہِ راست مغربی سیاست کی جماعت بندیوں سے اخذ کیا گیا ہے جس کی کوئی مثال کتاب و سنت میں نہیں ملتی۔ انبیاء نے جو اسلامی جماعتیں قائم کی ہیں ان کی فیس داخلہ لا الٰہ الا اللہ کے انقلابی عقیدے پر ایمان لا کر مجتمع ہونے کے سوا کچھ نہ تھی اور ان کا چندۂ رکنیت اسلامی عبادات و اخلاق کے اتباع کے سوا اور کچھ نہ تھا۔ جہاں تک انبیاء کی جماعتوں کی مالی ضروریات کا تعلق ہے، وہ صرف مومنین کے جذبۂ انفاق سے پوری ہوتی تھیں۔ وہاں ہر ایک شخص اسلام کو قبول کر کے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی منظم تحریک میں شامل ہوتا تھا تو اپنی جیب کو ساتھ لے کے آتا تھا۔ پھر زکوٰۃ و صدقات اور منت نذر کے علاوہ ہر ہنگامی ضرورت پر اپنا مال بغیر کسی شحِ نفس کے جماعت کے بیت المال میں داخل کرتا ہوتا تھا۔ انبیاء کے اس اسوہ کو ہماری سیاسی پارٹیوں نے ترک کر دیا، کیونکہ درحقیقت ان کے پورے ڈھانچے ہی اسلامی بنیادوں سے ہٹ کر مغربی بنیادوں پر استوار ہو گئے تھے۔ خاص طور پر ان جماعتوں کی ہیئت میں مذہب و سیاست کی تفریق کا نظریہ جذب ہو گیا تھا۔ اس وجہ سے نہ تو اس کی توقع ہی تھی کہ زکوٰۃ و صدقات کے وصول و صرف کو شرعی احکام و حدود کے مطابق منظم کریں اور نہ ان کو دینی بنیادوں پر جذبۂ انفاق کے ابھارنے کے لیے کوئی وجہ جواز ملتی تھی۔ ان وجوہ سے ہماری جماعتوں کو مجبوراً فیس اور چندہ کا مغربی طریق اختیار کرنا پڑا۔

بخلاف ان کے چونکہ جماعت اسلامی دین و سیاست کو ایک کر کے نمودار ہوئی تھی اس لیے ابتدا ہی سے اس نے اپنے طریق کار کے ہر گوشہ کو اسوۂ انبیاء کے چراغوں سے روشن کرنے کا قطعی ارادہ کر لیا تھا۔ اس وجہ سے اس نے فیس اور چندۂ رکنیت کے طریقے سے بالکل ہٹ کر اسلامی جذبۂ انفاق پر اپنے مالیات کا دارومدار رکھا۔ اور خدا کا شکر ہے کہ اس پسندیدہ طریق کار کو اختیار کرنے میں خود خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے وہ برکتیں ظہور میں آئیں کہ جماعت کا کوئی کام محض مالی وجوہ سے کبھی نہ رکا نہ رہا اور نہ ان شاء اللہ آئندہ رکے گا۔ اس نے تحریک کا دعویٰ صرف افرادی سے نہیں باندھا بلکہ اسلام کی خدمت کرنے والی جماعتیں ہر دور میں اس کی مخاطب ہیں۔

فیس داخلہ اور چندۂ رکنیت تو درحقیقت جذبۂ انفاق کو کمزور کرنے کے ذرائع ہیں۔ اس طریق کی مقررہ رقوم جب کسی جماعت میں ضابطہ کے تحت وصول کی جاتی ہیں تو اس کے ارکان ان رقوم کو ادا کر کے خواہ مخواہ مطمئن ہو جاتے ہیں۔

کہ ہم نے اپنی مالی ذمہ داری پوری کر دی ہے۔ بخلاف اس کے تحریک اسلامی کی اگر کوئی مالی ضرورت آگئی ہو تو ایک شخص اگر فراخی رکھتے ہوئے صرف ایک معینہ رقم ادا کر کے بیٹھ رہے تو خدا اس کی گرفت ہوگی کہ تمہارے پاس "العفو" — The Savings — موجود تھا، لیکن پھر بھی تم اسلامی بیت المال کو فاقہ کشی کرتے دیکھتے رہے۔ اور تمہاری جیب کا منہ کھل نہ سکا۔

جہاں تک پبلک سے عام چندہ جمع کرنے کا تعلق ہے، اس کی مثالیں انبیاء کی جماعتوں میں بھی پیش آئی ہیں اور وہ یقیناً ایک جائز طریقہ ہے۔ لیکن ہمارے ہاں عام چندوں کا جو سلسلہ اختیار کیا گیا تھا، وہ بھی انبیاء کی جماعتوں کے طریقے سے نہیں، بلکہ مغربی جماعتوں کے بگڑے ہوئے مسلمہ سے اخذ کیا گیا ہے۔ انبیاء اور صالحین نے جن اصولوں کی پابندی کی ہے وہ یہ تھے

(۱) چندے کا مطالبہ ہمیشہ تحریک اسلامی کے کارکنوں کی مجلسوں میں پیش کیا گیا ہے اور کبھی ایسا نہیں ہوا کہ اقامت دین کی مہم سے اختلاف کرنے والوں، اسلامی عقائد و اخلاق سے انحراف کرنے والوں سے بھی چندے کی اپیل کی گئی ہو۔ جو لوگ اپنے دین و مذہب کو ترک اسلام سے زیادہ ہو [illegible] کے چندوں کی اللہ کے دین کو کوئی حاجت نہیں ہے۔

(۲) چندہ وصول کرنے کے لئے کبھی لوگوں کو خوشامد اور شہرت و دنیا کی چاٹ نہیں لگائی گئی بلکہ یہ توصرف [illegible] کو عند اللہ قربانی کر دینے والے مجاہدین ۔

(۳) کسی چندہ دینے والے کو یہ حق نہیں دیا گیا کہ وہ اسلامی تحریک کے اصولوں اور جماعت اسلامی کی پالیسی پر اپنی چندے کی رقوم کے بل پر اثر انداز ہو یا چندہ دے کر کسی طرح کے جاہ و منصب کا سودا کرے۔

(۴) مالی مدد ہمیشہ صالح ہاتھوں سے لی گئی اور اس غرض سے پرکھی گئی کہ حلال طیب کمائی ہی سے دی جا رہی ہے۔ اور پھر صالح جذبات کے ساتھ دی جا رہی ہے۔

لیکن بیان کردہ اصولوں کی صریح خلاف ورزی کی جاتی رہی ہے اور آج بھی کی جاتی ہے! اس بات کا سرے کوئی امتیاز نہیں کیا جاتا کہ جن لوگوں کے سامنے چندے کی اپیل کی جا رہی ہے وہ اصول و مقصد سے متفق ہیں یا نہیں اور انکو ایک جماعت یا ادارے پر اعتماد ہے یا نہیں۔ چنانچہ وقتی جذبات کی اکساہٹ کے ذریعہ بسا اوقات مقصد کے مخالفین تک سے چندہ لیا جاتا ہے۔ پھر کتنے ہی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو الٹی کیفیات میں کسی خوش فہمی کی بنا پر چندہ دے بیٹھتے ہیں۔ لیکن بعد میں کڑھتے اور پچھتاتے ہیں۔ سیاسی چندہ مانگنے والے بالکل مداریوں کی طرح مخاطبین کی نظر بندی کر کے روپیہ جمع کرتے ہیں۔ یہ طریقہ اسلام کے مزاج کے خلاف ہے۔ پھر یہ بات واضح ہے کہ مسلم سوسائٹی کا شیرازہ بکھر جانے اور مسلمانوں کے اسلام سے دور جا پڑنے کی وجہ سے جہاں اور جذبات مضمحل ہو گئے ہیں وہاں جذبۂ انفاق فی سبیل اللہ بھی ٹھٹھر گیا ہے۔ ہماری سیاسی جماعتوں نے اس جذبہ کو ابھارنے کی کوشش نہیں کی بلکہ انفاق

فی سبیل اللہ کے بجائے اتفاقاً فی سبیل نفس سے کام لینے کا پروگرام اختیار کر لیا، اور لوگوں کے سفلی جذبات کو غذا فراہم کر کے چندے جمع کرنے شروع کر دیئے۔ آپ کو اگر چندے کے کسی جلسے میں جانے کا اتفاق ہوا ہو یا کسی چندہ وفد میں آپ شریک ہوتے ہوں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ کتنے ہی گھٹیا انسانوں سے چندے وصول کرنے کے لئے ان کی خوشامدیں کی جاتی ہیں، ان کے سامنے صریح جھوٹی قصیدہ خوانی ہوتی ہے، پھر حسب موقع دھمکیاں دی جاتی ہیں کہ چندہ نہ دو گے تو تم کو فلاں ذریعے سے نقصان پہنچایا جائے گا۔ یہ بھی کہا جاتا کہ خدا کے لئے نہ دو، اہم معززین کی خاطر چندہ دے دو۔ پھر بسا اوقات چندہ دینے والوں کے ناموں کا اور ان کی دی ہوئی رقموں کا ڈھنڈورا پیٹ پیٹ کر ان کی خواہش شہرت کی پرورش کی جاتی ہے، عطیہ دہندوں کے ناموں کے کتبے نصب کئے جاتے ہیں، اور چندے کی اپیل کے ساتھ باقاعدہ لالچ دلایا جاتا ہے کہ تمہاری ناموری کے لئے یہ یہ کچھ کیا جائے گا۔ یہ سارے طور طریق اسلام کے اصولوں کی قطعی نفی ہیں اور یہ نہ صرف خود معصیت ہیں، بلکہ معصیت کے فروغ کے بہترین ذرائع ہیں۔

یہ بیماری بھی چندے کی دنیا میں عام ہے کہ چندہ دینے والے سرمایہ داروں کے سامنے چونکہ خدا و آخرت کا سوال نہیں ہوتا اس لئے وہ چندے کو کسی جماعت کے نظام میں دخیل ہونے اور اس کی زمام کار پر قبضہ کرنے کے لئے ایک ہتھیار کے طور پر استعمال کرتے ہیں اور اپنی چندے کی رقوم سے اپنی رائے کا وزن بڑھا کر ایک تحریک کی پالیسی پر اثر ڈالتے ہیں۔ چونکہ چندہ وصول کرنے والوں کو ان حالات کا علم ہوتا ہے، اس لئے بسا اوقات وہ خود اس طرح کے سودے کرنے پر تیار رہتے ہیں۔ یہاں تک کہ سیاسی ساہوکار جو کچھ زیادہ ماہر فن ہوتے ہیں، وہ بالکل پس پردہ بیٹھ کر سیاسی تحریکوں میں اس طرح روپیہ لگاتے ہیں جیسے کاروبار میں لگایا جاتا ہے۔ اور اس سے مختلف فوائد حاصل کرتے رہتے ہیں۔

پھر چندوں کی وصولی میں یہ لحاظ نہیں رکھا جاتا ہے کہ دینے والا کس شعور، کس مقصد، کس جذبے اور کس طریقے سے مل رہا ہے، اور کیسا مال ہے جس میں سے اجتماعی ضروریات کے لئے کوئی حصہ نکالا ہے، اور مال دینے والے کی سیرت، اس کا کردار اور لوگوں سے اس کا اخلاقی معاملہ کیسا ہے اور خدا کے دین سے اس کا عام تعلق کس درجے کا ہے۔ یہاں یہ نقطہ نظر کبھی سامنے ہوتا ہی نہیں کہ چندہ دینے والا کہیں اپنی حرام کی کمائی اور حرام کاروبار کے لئے چندے کو ایک پناہ گاہ اور ایک آڑ کے طور پر تو نہیں استعمال کرنا چاہتا کہ دنیا جہان کے معاشی مفاسد سے کمائی کر کے، خدا کے بندوں کی حق تلفیاں کرتا رہے اور پھر خدا یا قوم کے نام پر چند

لہ مثال کے طور پر ایک دفعہ دہلی میں میرے سامنے ایک صاحب فخریہ بیان کر رہے تھے کہ فلاں شخص نے چونکہ مجھے دس روپے چندہ نہیں دیا تھا اس لئے میں نے محکمہ انسداد بے رحمی کے کارکنوں کے ذریعہ اس کی گھوڑا گاڑی کا چالان کرا دیا۔

لگے صرف کرکے "صاحبِ تقویٰ" اور "خادمِ ملت" بھی بنا پھرے۔ اس قسم کے عطیات سے دنیوی تحریکیں پاک نہ ہوں تو کچھ عجب نہیں لیکن دینی تحریکیں اپنے بیت المال کو ان غلط فنڈوں سے بچانے پر مجبور ہیں چنانچہ نبی صلعم کو بعض منافقین کے صدقات قبول کرنے سے خدا تعالیٰ نے صریحاً روک دیا تھا!

چندوں کی اس داستان کا دوسرا تاریک پہلو یہ بھی ہے کہ ہماری قوم کا اخلاقی احساس اپنی حد تک پہنچ چکا ہے اور ہمارے سیاسی ورکروں اور خدام ملت نے قومی چندوں اور اجتماعی فنڈز میں بددیانتیاں کرنے کی ایسی افسوسناک تاریخ بنا دی ہے کہ اب کسی اصلاحی تحریک کے کارکنوں کے لئے چندہ لینے کے لئے نکلنا بجز اس کے ممکن نہیں رہا کہ وہ پیشگی خیانت کا الزام اپنے سر لینے پر تیار ہوں اور اپنی اپنی دیانتداری سے رہی جھولی جا بجا پھیلاتے پھریں۔

ان اشارات کو ملحوظ رکھ کر سوچئے کہ جماعت اسلامی کے لئے صحیح طریق کار کیا ہو سکتا تھا اور چندہ جمع کرنے کے باب میں جو روایات بن چکی ہیں ان کے ہوتے ہوئے اسے کس روش پر چلنا چاہئے تھا چنانچہ جماعت اسلامی کے اجتماع اول میں ہی جماعت نے جماعت کے لئے مالی پالیسی ان الفاظ میں طے کر دی تھی کہ:۔

"ذی استطاعت ارکان کا فرض ہے کہ زیادہ سے زیادہ جس قدر مالی ایثار کر سکتے ہوں کریں اور جماعت کو مالی حیثیت سے مضبوط بنائیں۔ رہے جماعت سے باہر کے لوگ تو ان سے ہرگز کوئی مدد طلب نہ کی جائے۔ البتہ اگر وہ خوشی اور بلا شرط کوئی مدد دینا چاہیں تو قبول کر لی جائے لیکن کوئی بڑی سے بڑی مالی اعانت بھی اس صورت میں قبول نہ کی جائے جب کہ اندیشہ یہ ہو کہ اس کے معاوضہ میں جماعت کی پالیسی پر اثر ڈالنے کی کوشش کی جائے گی۔"

یہ بجائے خود حقیقت ہے کہ جماعت کے باہر سے صاحبین کی ایک تعداد پہلے بھی رضاکارانہ طور پر مالی اعانت کرتی رہی ہے اور اب بھی کرتی ہے، لیکن جماعت نے اپنی اصولی پالیسی میں کوئی لچک بہرحال نہ اب تک پیدا ہونے دی اور نہ آئندہ وہ ایسا ہونے دے گی۔ تاہم جماعت کا اصل ذریعہ آمدنی جس پر وہ چلتی ہے وہ اس کے کارکنوں کی مالی اعانتیں ہیں جو ماہانہ باقاعدگی کے ساتھ جاری رہتی ہیں اور یا پھر اس مکتبے کی آمدنی ہے جو مولانا سید ابوالاعلیٰ صاحب مودودی کی وقف کردہ کتب اور بعض دوسری کتابوں کو شائع کرتا ہے اور اس کی آمدنی بیت المال میں داخل ہو جاتی ہے۔

بر بنائے احتیاط جماعت کے سالانہ اجتماعات میں سال گذشتہ کے حسابات آمد و خرچ پیش کر دئے جاتے ہیں اور اس بات کا موقع ہر مسلمان کو حاصل ہے کہ وہ جب چاہے دفتر میں آکر سارے حسابات کی پوری تفصیل دیکھ لے۔

جماعت کو اپنی اس صحیح دینی پالیسی پر قائم رہنے کے لئے بارہا مالی مشکلات کا سامنا کرنا پڑا ہے، اور آج بھی اس کی آمدنی اس کے کاموں کی وسعتوں کے مقابلے میں بہت ہی کم ہے لیکن خدا تعالیٰ کی کارسازیاں ہر حال میں گرہ کشا رہی ہیں۔ یہ ہے اصل صورت واقعہ جس کے پیش نظر جب غیر اسلامی طریق پر چندہ لینے والے اور چندہ دینے والے جماعت اسلامی کے کام کو بڑھتا دیکھتے ہیں تو ان کو تعجب ہوتا ہے کہ یہ جماعت اپنی مالی ضروریات کیسے پوری کر لیتی ہے؟ ان حضرات کی رائے میں جماعتوں کے مالیات کا نظام لازماً غیر اسلامی ہی ہونا چاہئے۔ اور اگر کوئی جماعت اسلام کے جائز طریقوں پر کاربند ہو تو اسے لازماً کسی غیر ملکی طاقت کی طرف سے روپیہ آتا ہے۔ خصوصیت سے ہماری سوسائٹی کے اسلام فراموش سرمایہ دار اس بات پر بہت سٹپٹاتے ہیں کہ جماعت اسلامی ان کے آگے ہاتھ پھیلائے بغیر اور ان کی خوشامد کئے بغیر کیوں کام چلا رہی ہے۔ اور کیوں ان کو جماعت پر اثر انداز ہونے کا راستہ نہیں دیا جا رہا؟ ان کے نزدیک خدا کے خزانہ ہائے رزق جماعت اسلامی کی کفالت کرنے کے لئے کافی نہیں ہیں، بس یہی ہو سکتا ہے کہ ان کی مالی امداد سے جو جماعت بے نیاز ہے وہ کسی غیر قوم کے سرمایہ داروں کی منت کش تو ضرور ہوگی، یہ لوگ زبان سے چاہے دعویٰ نہ کریں، تحت الشعور میں اپنی مہاجنی خداوندی و رزاقی کا زعم ضرور چھپائے ہوئے ہیں۔ پھر ان کے ساتھ وہ لوگ بھی شامل ہو جاتے ہیں جنہوں نے ہمیشہ اخلاق و دیانت سے بے نیاز ہو کر سیاسی زندگی گذاری ہے، چنانچہ وہ اپنے ضمیر کے آئینے میں جماعت اسلامی کے کارکنوں کو دیکھتے ہیں۔ اور یہ تصور باندھتے ہیں کہ جب ہم ہی مالیات میں خیانت کاریوں سے بچ نہیں سکے تو کوئی اور کیوں کر بچ سکتا ہوگا! لازماً جماعت اسلامی کے پیچھے بھی فاسقانہ نظام مالیات کارفرما ہے۔

اس قسم کی بدگمانیوں کو جب لوگ جماعت اسلامی کے خلاف ایک حربے کے طور پر استعمال ہونے کے قابل پاتے ہیں تو پھر وہ اپنی خیال آرائیوں کو واقعہ بنا کر پیش کر دیتے ہیں۔ یہ حربہ بالعموم اس صورت میں استعمال کیا جاتا ہے جب کہ دلائل کے ترکش خالی ہو جاتے ہیں اور حریف کے اصول و مقصد کو کسی معقول استدلال سے شکست دینا ممکن نہیں رہتا۔ یہ معاملہ ہر اس فرد، جماعت اور تحریک کو پیش آتا ہے جس کے اصول و نظام اور جس کے عملی مظاہر پر کوئی ٹھوس اعتراض کرنے کی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ اس آخری مگر ناپاک حربے کے میدان میں آنے کے معنی یہ ہوتے ہیں کہ مخالفین کے پاس دلائل کا ذخیرہ ختم ہو چکا ہے اور اب معقولیت شکست کھا چکی ہے۔ اس کی ایک واضح ترین مثال حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مخالفینِ دعوت نے پیش کی ہے۔ ان کے دلائل کے ہتھیار جب کند ہو گئے اور عیسیٰ علیہ السلام کے پیغام کی پاکیزگی اور آپ کے خیالات

کی رفعت آپ کے اخلاق کی بلندی ہر شبہے سے بالاتر ہو چکی تو آخری اعتراض یہ اٹھایا گیا کہ آپ کا کام بھلا سہی لیکن یہ خود آپ کا کارنامہ نہیں ہے۔ بلکہ اس کے پیچھے ایک دست شر کام کر رہا ہے۔ یعنی آپ لوگوں سے بد روحوں کا غلبہ (یعنی شیطانی اثرات) شیطان کے ایک کارندے ــــ بعلزبول ــــ کی مدد سے دور کرتے ہیں۔ اس کا جواب عیسیٰ علیہ السلام سے بہتر طریق پر کون دے سکے گا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر شیطان خود ہی اپنے غلبے کو ختم کرنے اور اپنے آپ کو مٹانے پر اتر آیا ہے تو پھر اسے کون بچا سکتا ہے۔ بالکل اسی طرح جب نبی صلعم کے مخالفین کی منطق عاجز ہو گئی تو انہوں نے الزام یہ تراشا کہ اس شخص کی ساری خوش بیانیاں در حقیقت نواتریاں کسی بھوت پریت کے کرشمے ہیں۔

آج جماعت اسلامی کو بھی ٹھیک اسی قسم کی صورت حالات درپیش ہے۔ اس کے عوامی مرحلے میں داخل ہونے کے بعد اقتدار پرستوں کے حلقے سے اٹھنے والے تمام اعتراضات کو جب پوری طرح شکست ہو گئی تو مخالفت حق کے اسلحہ خانہ سے آخری ہتھیار بھی میدان میں لے آیا گیا ہے ــــ یہ کہ جماعت اسلامی انڈین یونین کے روپے پر کام کر رہی ہے!

پیشتر اس کے کہ اس کے جواب میں ہم کچھ کہنے کے مکلف ہوں، شریعت اسلامی اور عقل سلیم دونوں کی رو سے اس اعتراض کے مصنفین کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اپنے الزام کو زبانوں پر لانے سے پہلے اس کے ثبوت کی فراہمی کا سامان کریں۔ ایک جماعت حق کے خلاف یہ الزام بالکل وہی حیثیت رکھتا ہے جو حضرت عائشہ صدیقہ کے لئے واقعہ افک کی تھی۔ یہ مشغلہ ہمیشہ مسلمانوں کے نام دھرا کر اسلام کے خلاف تنگ و دو کرنے والوں کو بہت پسند رہا ہے۔ چنانچہ حضرت عائشہ کی عصمت مآبی کو شک و شبہ سے بالا قرار دیتے ہوئے قرآن نے مسلمانوں کو ہدایت دی تھی کہ "اذا جاءکم فاسق بنبا" جب کوئی فاسق کسی طرح کی خبر لے کے تمہارے سامنے آئے تو اس سے تفصیل طلب کرو اور واقعہ کے دلائل اور ثبوت کا مطالبہ کرو، ورنہ اس طرح کی فتنہ پھیلانے کی کوششیں اسلام اور امت کے لئے مہلک ثابت ہو سکتی ہیں۔

قرآن کا یہ حکم نگاہوں سے چونکہ اوجھل ہے، اسلئے فساق و فجار کو کیا چھٹی مل گئی ہے کہ وہ اپنی مجالس نجوی میں جو چیزیں بھی گھڑ لیں، ان کو گلی گلی کہتے پھریں، اور سوسائٹی ایسی ہے کہ اس قسم کی من گھڑت بدبیانیوں کو ایک ایک سامع کئی کئی سو آدمیوں تک پہنچا کے دم لیتا ہے۔ آج الزامات کے مصنفین سے کوئی پوچھنے والا نہیں رہا کہ اپنے بیان کے لئے شہادت لاؤ۔ اور جو دلائل تمہارے پاس ہیں، انہیں پیش کرو۔ ان کو یہ خدشہ نہیں ہے کہ اگر انہوں نے ایک غلط بیانی

کی اور پھر ان پر ثبوت نہ دے سکے تو ان پر حدِ قذف جاری ہو گی بلکہ آج ہر ذاک اثیم کو آزادی ہے کہ ذلیل سے ذلیل الزام کسی شریف آدمی اور کسی صالح جماعت کے سر چیپک دے۔ الٹا اس بگڑے ہوئے ماحول میں ایک شریف فرد اور ایک صالح جماعت پر یہ ذمہ داری ڈالی جاتی ہے کہ وہ ثابت کرے کہ جو بہتان اس کے خلاف تراشا جا رہا ہے، وہ اس سے بری الذمہ ہے۔

اگر جماعت اسلامی موجودہ عدالتی نظام کی آلودگیوں سے حتی الوسع بچنے کی روش اختیار نہ کر چکی ہوتی تو اس قسم کی الزام تراشیاں کرنیوالوں کو عدالت کے کٹہرے میں طلب کر کے ان سے دلائل و شواہد مانگتی، لیکن وہ اس بات پر ضرور حیرت کرتی ہے کہ جن لوگوں کو جماعت اسلامی پر انڈین یونین سے روپیہ لینے کے کوئی دلائل حاصل ہیں، وہ کیوں نہیں اپنی حکومت کو ان سے مطلع کرتے، اور کیوں نہیں اس کی سی آئی ڈی کو اس پر آمادہ کرتے کہ وہ حالات کی تحقیق کرے اور کیوں نہیں وہ عدالتوں کو مجبور کرتے کہ وہ غیر ملکی روپیہ پر کام کرنیوالوں کو عبرتناک سزائیں دے۔ یوں گلی گلی کانا پھوسیاں کرتے پھرنا آخر کیا معنی رکھتا ہے؟ دنیا میں حق کی مخالفت کرنیوالے پہلے بھی ہو گزرے ہیں، مگر ایسی بزدلی کسی میں نہ تھی۔ وہ بھی تو مردان کار تھے جنہوں نے یوسف علیہ السلام جیسے ناکردہ گناہ کو جیل بھجوا کے چھوڑا اور وہ خبیث بہادر بھی تو تھے جنہوں نے عیسیٰ علیہ السلام پر قیصر کی غداری کا مقدمہ چلایا اور پیلاطوس کو سزا کا فیصلہ دینے پر مجبور کر دیا۔ آخر یہ ہمارے ہی غازیان اسلام کو کیا ہو گیا ہے کہ وہ ایک الزام گھڑ چکے ہیں، اس کے ساتھ افسانے بنا چکے ہیں، بلکہ ایک صاحب تو یہاں تک کہتے پائے گئے ہیں کہ میں نے خود جماعت اسلامی کے امیر کے دستخطوں کی رسید اپنی آنکھوں سے دیکھی ہے، تو آخر کیوں وہ کھلی عدالت میں اپنی معلومات کے دلائل نہیں لے آتے۔ یہ مجرموں کی طرح سر چھپائے پھرنا کیا معنی رکھتا ہے۔ پاکستان کے ان اکابر بہی خواہوں کے اندر اگر کچھ بھی خلوص ہے تو ہم ان کو چیلنج کرتے ہیں کہ پاکستان کے مفاد کی خاطر جس کا دن رات آپ دم بھرتے ہیں، اپنے دلائل و شواہد کو میدان میں لے آئیے، ورنہ قرآن کے قانون کی نگاہ میں آپ قذف، فسق اور نفاق جیسے ذلیل جرائم کے مجرم ہوں گے ۔۔۔ اور ملک کے صالحین آپ کو بہر حال نفرت کی نگاہ سے دیکھیں گے!

لطیفے کی بات یہ ہے کہ اس قسم کا اولین الزام ۱۹۴۶ء میں جمعیت العلماء کے کیمپ کی طرف سے سامنے آیا اور ایک بزرگ نے بر سر عام یہ خبر شائع کی تھی کہ جماعت اسلامی کو شملے سے انگریزی حکومت نے ۵۰ ہزار روپیہ کانگریس کی مخالفت کرنے کے لیے دیا ہے۔ دوسرا الزام مسلم لیگ کے قوم پرست حلقوں کی طرف سے پاکستان بننے کے بعد عائد کیا گیا کہ جماعت انڈیا کی کانگریس حکومت کی مالی مدد پر کام کر رہی ہے۔ تیسرا الزام ایک اخبار نے نشر کیا کہ اس جماعت کو ماسکو کی کمیونسٹ پارٹی کی طرف سے روبل آتے ہیں اور ایک دوسرے اخبار نے اسکے ساتھ ہی یہ الہام شائع کیا کہ امریکہ

سے ڈال رہے ہیں۔ ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ کیا یہ بہتر نہ ہوگا کہ پہلے یہ سارے مدعی ایک جگہ سر جوڑ کر بیٹھیں اور ایک مشترکہ فتویٰ صادر فرمادیں پھر جماعت اسلامی سے جواب طلب کیا جائے۔

تاہم چونکہ ایک مومن فرد اور ایک صالح جماعت کے لئے راہ صواب یہی ہے کہ وہ دوسرے مومنین و صالحین کو اپنے متعلق سوئے ظن میں خواہ مخواہ مبتلا نہ ہونے دے اور مبتلا ہو جائیں تو ان کو اس سے بچانے کی کوشش کرے، اس ضمن میں حسب ذیل تصریحات عرض کی جاتی ہیں:۔

(۱) سوال یہ ہے کہ آخر وہ کونسا ذریعہ ہے جس کے تحت غیبی طریق سے کوئی خارجی مدد جماعت اسلامی کو بہم پہنچتی ہے؟ اگر انسان اس کا ذریعہ ہیں تو حکومت اپنے سرحدی انتظامات کے تحت کسی پر اسرار آمد و رفت کو کیوں نہیں پکڑتی؟ کیا وجہ ہے کہ روپیہ درآمد ہو رہا ہو اور پاکستان کے کسٹم آفس کو پتہ نہ چلے؟ ایک حساب کتاب چل رہا ہو اور کوئی رسید پرچہ پکڑا نہ جائے؟ ۔۔۔

(۲) جماعت اسلامی کو اگر روپیہ اور جاہی مطلوب تھا اور وہ بھی کانگریس سے ۔۔۔ تو اس مقصد کے لئے وہ وقت مناسب ترین تھا جبکہ قوم کے بڑے بڑے علما اور پاکستان کے موجودہ اکابرین میں سے بعض کے لئے کانگریس کے اسٹیج پر کھڑے ہو کر متحدہ قومیت کی تبلیغ کرنا قابل فخر تھا۔ اس وقت تو جماعت اسلامی کانگریس کی آلۂ کار نہ بنی، لیکن اب جبکہ پوری مسلمان قوم کانگریس کے اصول و نظام سے شدید طور پر متنفر ہو چکی ہے اور اب جبکہ تقسیم ہند کا واقعہ رونما ہو چکا ہے، اب اس کو انڈین یونین کی امداد حاصل کرنے کا موقعہ ملا ہے! ۔۔۔ کیا یہ بات قرین قیاس ہے؟

(۳) آج مسلم لیگ کے کارکنوں کو زبان درازیاں کرتے ہوئے یہ خیال نہیں آتا کہ ۱۹۳۵ء سے ۱۹۴۰ء تک کے دور میں جب مسلم لیگ کو کانگریس کے متحدہ قومیت کے طوفان کو روکنے کیلئے کوئی دلائل نہیں مل رہے تھے، اس وقت اسی شخص نے ان کو کانگریسی فلسفہ و تحریک کے خلاف ٹھوس دلائل فراہم کئے، جس نے اسلامی تحریک کا آغاز کیا اور جس کی رہنمائی میں جماعت اسلامی ۱۹۴۱ء سے کام کرتی چلی آرہی ہے۔ اسکی لکھی ہوئی دو کتابیں "مسئلہ قومیت" اور "مسلمان اور موجودہ سیاسی کشمکش" ہزاروں تعلیم یافتہ مسلمانوں نے پڑھی ہیں (بلکہ خود مسلم لیگ کے اکابر نے ان کو پھیلایا ہے)، اور ان میں سے اکثر آج بھی زندہ و سلامت موجود ہیں۔ خود یہ دونوں کتابیں بھی برابر شائع ہو رہی ہیں، ان کو پڑھ کر دیکھئے تو معلوم ہوگا کہ کانگریسی تحریک سے مسلمانوں کو بچانے میں زیادہ سے زیادہ حصہ انہیں دو کتابوں کا ہے، انکے وجود میں آنے سے پہلے مسلم لیگ کے

پاس اپنے نظریے اور اپنی سیاسی فکر کی حمایت میں کوئی ٹھوس لٹریچر موجود نہ تھا، بلکہ بعد میں بھی اس پائے کی کوئی کتاب تحریک پاکستان کے حق میں نہیں لکھی جا سکی۔ اب ذرا غور کیجئے کہ کیا انڈین یونین کی کانگریسی حکومت کم نہیں کتابوں کے مصنف اور اس کی تحریک پر روپیہ صرف کرنا چاہتی ہے؟ اور پھر کیا آپ کو بھی کانگریس سے نسبت رکھنے کا الزام دینے کیلئے یہی شخص اور اسی کی تحریک ملی، کوئی اور نہ مل سکا؟

(۴) اگر کانگریسی حکومت روپے کے زور سے اپنے مقاصد حاصل کر سکتی تھی تو کیوں نہ اپنے روپے کے زور سے اس نے خضر وزارت کو اور خان برادران کی تحریک پختانستان کو زوال سے بچا لیا؟ —— اس کو اب جماعت اسلامی ہی کے ذریعے کامیابی حاصل کرنے کی ضمانت کہاں سے مل گئی ہے؟

(۵) پھر سوال یہ بھی ہے کہ اگر جماعت اسلامی دوسروں کی آلۂ کار بن کر ہی کام کرنے والی تھی، تو اسے کس نے اس زریں موقع سے فائدہ اٹھانے سے روکا تھا جبکہ مسلم لیگ کو گذشتہ الیکشن میں کارکنوں کی ضرورت تھی۔ اس جماعت کی فطرت اگر موقع طلبی کی ہوتی تو وہ اس وقت مسلم لیگ کے اسٹیج پر آ کر اسکے ذریعے پوری رائے عامہ پر قبضہ کر سکتی تھی۔ جس جماعت نے اس وقت دنیا بنانے کی فکر نہ کی، وہ آخر اب تقسیم ہند کے بعد ایک غیر ملکی طاقت کے روپے کے بل پر کیسے اپنے افراد کو پالنے پوسنے کے سامان کرنے کی ذلیل صورت اختیار کر سکتی ہے؟

(۶) یہ بھی سوچیے کہ دنیا پرستوں کے نقطۂ نظر سے دنیا بنانے کا بہترین موقع پاکستان بننے کے بعد پیدا ہوا تھا جبکہ بڑے بڑے متقاسمین نے لوٹ مار میں حصہ لیا اور پاکستان کے خاص الخاص وفاداروں نے اور قوم کے اعلیٰ درجے کے لیڈروں نے ناجائز الاٹمنٹیں کیں، اور کراچی جماعت اسلامی کا مقصود اگر روپیہ ہوتا تو وہ کیوں نہ مالِ غنیمت کے دریا سے اپنے بیت المال کی آبیاری کرتی۔ لیکن اس جماعت پر اللہ تعالیٰ کا فضل و کرم ہوا کہ پاکستان بھر میں واحد جماعت یہی ہے جو آج یہ دعویٰ کر سکتی ہے کہ اس کے کسی کارکن کا دامن اس طوفانِ معصیت سے آلودہ نہیں ہوا۔ عین اس جماعت پر بددیانتی کا ایک جعلی الزام لگانے کے لئے وہ لوگ کس منہ سے سامنے آتے ہیں جن کے گھر مالِ حرام سے پٹے پڑے ہیں اور جو تقسیم کی برکات سے نودولتیے بنے پھرتے ہیں، اور جن کے اکابر عدالتوں کے سامنے نہایت گندے الزامات کی جواب دہی کر رہے ہیں۔ شاید یہ لوگ اپنے جرائم کی پردہ پوشی کیلئے اپنے گناہوں کا بوجھ جماعت اسلامی پر لادنا چاہتے ہیں لیکن انہیں وہ کامیاب نہ ہو سکیں گے۔

(۷) جماعت اسلامی پر زبان کھولنے والے حضرات جماعت اسلامی کے عام معیارِ اخلاق کو دیکھیں اور پھر خود سوچیں کہ کیا اس معیارِ اخلاق کی جماعت تمام کی تمام ایسی ہو سکتی ہے کہ اس کے کارکنوں کو نامعلوم ذرائع سے روپیہ ملتا ہے، اس کے حسابات جعلی ہوں، اور اس کے بعض افراد غیر ملکی طاقتوں سے ساز باز کرتے ہیں اور جماعت میں کوئی احتجاجی ردِ عمل پیدا نہ ہو؟

جماعت اسلامی وہ واحد جماعت ہے جس نے اپنے ایک ایک فرد کو سود، رشوت، قتال فی غیر سبیل اللہ، ملازمتِ نظامِ طاغوت، بلیک مارکیٹ، مالِ غنیمت کی لوٹ، ناجائز الاٹمنٹوں اور اکل اموال بالباطل کی دوسری تمام صورتوں سے بچانے کی کوشش کی ہے اور اس قسم کی آلودگیوں کے ساتھ وہ کسی کو رکن بنانے اور رکھنے پر تیار نہیں ہے، کیا اس ساری اخلاقی تربیت سے اس کے کارکنوں میں اتنا احساس تھوڑی بھی پیدا نہیں ہوا کہ پاکستان سے باہر کے ایک غیر الٰہی نظامِ حکومت کی مالی امداد پر کام کرنے والوں کے پیچھے چلتے رہیں اور کسی طرح کا اضطراب نہ دکھائیں؟ ۔۔۔ اور کیا اگر اس کے اکابر ایسے ہی کھوٹے لوگ ہیں تو ان کی دعوت میں اثر اور ان کی سیرتوں میں پائیداری ہو سکتی ہے؟ ۔۔۔ یقیناً نہیں!

(۸) کیا جماعت اسلامی کے لئے روپیہ کمانے کی یہ شاہراہ کھلی ہوئی نہیں ہے کہ وہ موجودہ اربابِ اقتدار کے تمام غیر اسلامی کارروائیوں کی حمایت کرنے پر اتر آئے، وہ موجودہ نظام کے غیر اسلامی ظاہر پر اسلام کا لیبل لگانے پر تیار ہو جائے، وہ سرکار کی ضروریات پوری کرنے کیلئے فتووں اور تعویذوں کی دکان کھول لے، اور اس کے کارکن اپنے علم اور دماغ کو اپنی فاسد قیادت کو کرائے پر دے کر آمدنیاں پیدا کریں، اور جاہ و منصب میں ان کے حصہ دار بن جائیں؟ جب گھر بیٹھے سہولت سے حرام کمائی مل سکتی ہو ۔۔۔ اس حال میں کہ پاکستان کی وفاداری کے خطاب بھی حاصل رہیں ۔۔۔ تو آخر جماعت کے لوگ بے وقوف تو ہیں نہیں کہ انڈین یونین سے جا کے ساز باز کرنے کو ضروری سمجھیں۔

(۹) یہ مسئلہ بھی قابلِ غور ہے کہ جماعت اسلامی جس نظام کی داعی ہے، اس کے متعلق خود بعض وفادارانِ پاکستان ہی یہ کہا کرتے ہیں کہ اس جماعت کے پیش کردہ نظام کو لے کر چلنے سے انڈین یونین کی حکومت بگڑ جائے گی لیکن دوسری طرف یہی لوگ یہ الزام نہ معلوم کس طرح گھڑ کے لے آتے ہیں کہ جماعت اسلامی جس نظام کو لانا چاہتی ہے اس کے غالب کرنے میں انڈین یونین ہی کا روپیہ صرف ہو رہا ہے۔ تضاد بیانی مذکورہ کا مقام جو کچھ ہو سکتا ہے وہ واضح ہے!

(۱۰) جماعت کے جتنے جلسے اور دورے ہوتے ہیں اور جتنے پوسٹر اور پمفلٹ اس کی طرف سے شائع ہوتے ہیں

جس طرح ان کے عملی انتظامات جماعت کے کارکن خود کرتے ہیں ـــــ اور اللہ کی عبادت کے جذبے سے کرتے ہیں ـــــ اسی طرح وہ ان کے مصارف کو اپنے اوپر بانٹ لیتے ہیں ہمارے محترم الزام تراشوں کو سوچنا چاہئے کہ اگر پاکستان بھر میں پوسٹر لگانے کے لئے اسٹنسل جو بوارڈوں پر لکھنے کے لئے، پمفلٹ اور لیف لٹ ہر شہر میں تقسیم کرنے کے لئے اور جماعت کے جلسوں میں شریک ہونے اور ان کے انتظامات کرنے کے لئے انڈین یونین سے آدمی نہیں آتے، بلکہ وہ پاکستانی شہری ہی ہوتے ہیں جو ان سارے کاموں کو سر انجام دیتے ہیں تو یہی شہری دوسری ذمہ داریوں کے ساتھ مالی ذمہ داریوں کا بار بھی اٹھاتے ہیں۔

آخر جماعت اسلامی حلقے میں ارکان، ہمدردان، متفقین اور متاثرین کی جو مجموعی تعداد شامل ہے، وہ اگر ایک ایک کوڑی بھی ہر ہفتے جمع کرتے ہوں (ہماری تنظیم میں ہفتہ وار اجتماعات ہی ساری سرگرمیوں کا محور ہیں)، تو کچھ رقم تو بہرحال جمع ہوتی ہی ہوگی۔ کیا محض اتنی سی بات پر یہ الزام لگا دینا درست ہوگا کہ انڈین یونین سے روپیہ آتا ہے؟ دوسرے لفظوں میں اگر مسلم لیگ کے ارکان کی طرح ہمارے مردان کار دو آنے سالانہ دینے والے ہوں اور اپنی باقی کمائیاں اطمینان سے مسرفانہ زندگی گذارنے میں کھپاتے رہیں، تب تو جماعت اسلامی کو انڈین یونین کے روپے سے بچا سمجھا جائیگا، لیکن اگر اس کے کارکن کچھ زیادہ انفاق کرنے والے ہوں اور اپنا پیٹ کاٹ کر خدا کی راہ میں مال صرف کریں تو پھر اس مال کی نسبت انڈین یونین سے ہوگی۔ یہ سزا ہے اس جرم کی کہ ہمارے کارکنوں میں اپنی عیاشی کے بجائے خدا کی راہ میں مال صرف کرنے کا جذبہ ہے کیوں!

(۵) جماعت کے ہمہ وقتی کارکن جو کفالتی معاوضوں پر کام کرتے ہیں، ان کی تعداد بہت ہی قلیل ہے۔ در اصل جماعت کی سرگرمیوں کا انحصار پورے کارکنوں کی مشترکہ مساعی پر ہے جو اپنے تن بدن اور اپنے اہل و عیال کی خدمت سے وقت نکال کر دین کی راہ میں جد و جہد کرنے کو اپنے لئے واجب مانتے ہیں، اور کسب معاش سے جو کچھ بچا سکیں اُن کو لہو و لعب اور گھٹیا تفریحات میں صرف کرنے کے بجائے اللہ کی رضا حاصل کرنے کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ بدیں وجہ جن لوگوں کو خدا کی راہ میں کام کرنے کیلئے وقت نکالنے کی لذت حاصل نہیں، جب میدان عمل میں بے شمار کارکن کام کرتے نظر آتے ہیں تو وہ یہ سمجھتے ہیں کہ شاید یہ سب تنخواہ دار ملازم ہوں گے جن پر صرف ہونے والے روپے کا سیلاب انڈین یونین سے پاکستانی سرحدوں کو عبور کرتا چلا آرہا ہوگا۔ حالانکہ انہوں نے یہ معلوم کرنے کی تکلیف فرمائی ہی نہیں کہ جماعت کا کام کیسے

چلتا ہے۔

(۱۲) یہ الزام کہ جماعت کے کارکن اُجلے کپڑے پہنتے ہیں یا اپنے رہن سہن میں ذوق سلیم کا ثبوت دیتے ہیں، الحمدللہ کہ اسے سن کر خوشی ہوتی۔ اسلام وہ مذہب نہیں جس نے رہبانیت کا درس دیا ہو اور جو اپنے کارکنوں کو میلے کپڑوں اور الجھے بالوں کے ساتھ دیکھ کر خوش ہو۔ بلکہ اسلام وہ دین ہے جو زندگی کے ہر پہلو میں نظم، جمال، سلیقہ، ادب، تمیز اور خوش ذوقی کے مظاہر دیکھنا چاہتا ہے چنانچہ نبی صلعم نے اپنے رفقا کو تیئس سال تک جن فضائل تہذیب و اخلاق کی مسلسل تربیت دی ہے، ان میں صفائی، ستھرائی، سلیقے اور خوش ذوقی کو ایک نمایاں مقام حاصل ہے۔ جماعت اسلامی کوئی صوفیوں کا ٹولہ نہیں ہے جو الکھ جگاتوں میں ڈھلے اور انگ بھبوت رمائے پھرتے ہوں اور جن کے بدنوں سے پسینے کی بُو کے بھبکے چھوٹ رہے ہوں۔ اس جماعت نے دین کی خدمت کے لئے دنیا کے بیکار کئے ہوئے لوگوں کو نہیں جمع کیا ہے، بلکہ اس کے ساتھ وہ ذہین، تعلیم یافتہ، روشن دماغ اور صالح لوگ ہیں جو طاغوت کے نظام کے چلانے کے لئے بہترین پرزے بن سکتے تھے، اور بنے ہوئے تھے، لیکن انہوں نے اپنے آپ کو باطل کی خدمت سے الگ کر کے دین کے لئے وقف کیا ہے۔ ایسے لوگوں سے سخت مفلسی میں بھی ذوق کی پستی کی توقع نہ کیجئے کہ "اللہ والے لوگ" پھٹے حالوں رہ کر دنیا پرستوں کے کبر کی غذا فراہم کریں۔ اور انہیں جو دیکھے وہ یہ فقرہ چست کر دے کہ :۔

"اگلے وقتوں کے ہیں یہ لوگ انہیں کچھ نہ کہو"

یہ لوگ آپ کی طرح اپنے اپنے ذرائع معاش رکھتے ہیں اور اپنے حصے کا رزق علیٰ قدر مراتب اللہ تعالیٰ کے خزانے سے حلال ذرائع کی پابندی کے ساتھ پاتے ہیں، اور جو کچھ پاتے ہیں اسے خرچ کرنے کا سلیقہ رکھتے ہیں۔ یہ دنیا کا انتظام نئے اصولوں پر چلانے کیلئے اٹھے ہیں، نہ کہ جامد دینداری کا ڈرامہ کھیلنے کے لئے! لوگوں کو یہ غلط فہمی بھی دور کر لینی چاہئے کہ ذوق اور سلیقہ اور طہارت و نظافت کا دار و مدار روپے کی کثرت اور اسراف کے مسلک پر ہے جی نہیں! دنیا میں بہت سے اہل تعفف ایسے ہوتے ہیں جو غریبی میں بھی اپنے سراپا سے اللہ کی بخششوں پر اس طرح اظہار تشکر کرتے ہیں کہ ان کے انتہائی مشکلات میں گھر جانے پر بھی ظاہر ہیں لوگ یہ نہیں جان سکتے کہ دقت کے اصل مستحق استعانت یہی لوگ ہیں۔ یہ دل کی غنا کا نور جن پیشانیوں میں جھلکتا ہے ان کے سامنے اہل اسراف کو اپنے لباس اور اپنے امور معاشرت بہت ہی گھٹیا معلوم ہوتے ہیں یہ وہ دولت ہے جسے نہ انڈین یونین کے روپے سے خریدا جا سکتا ہے، نہ پاکستان کے روپے سے

جماعت اسلامی کے ان خوش ذوق کارکنوں کی اولین صفوں میں وہ لوگ پائے جاتے ہیں جو اپنا ہر کام اپنے ہاتھ سے کر لیتے ہیں۔ یہ لوگ ایک طرف کتابیں لکھتے، صحافت کی ڈیوٹی انجام دیتے اور تقاریر کرتے ہیں اور دوسری طرف اپنے گھر کا سودا سلف لاتے ہیں، اپنے گھروں کے سارے کام کاج کرتے ہیں اور عام آدمیوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں ——

پھر یہی وہ لوگ تھے جنہوں نے صاف ستھرے لباسوں کے ساتھ ستمبر ۱۹۴۷ء میں لاہور کی سڑکوں اور گلیوں سے رنگا رنگ غلاظتیں اٹھائی ہیں، جنہوں نے والٹن کیمپ کے آس پاس سے انسانی فضلے کے انبار ہٹائے ہیں، جنہوں نے ہیضے کا شکار ہونے والے مہاجرین کی ان سینکڑوں لاشوں کو بایں ہمہ ذوقِ سلیم قبروں میں اتارا جن کی تجہیز و تکفین کے لئے ..... پانچ پانچ روپے کی مزدوری پر بھی حکومت کو کارکن نہیں مل رہے تھے —— حالانکہ لاہور مسلم لیگ کے ممبروں اور پاکستان کے اصلی خادموں سے بھرا پڑا تھا۔ کیا اب ان لوگوں کے اجلے لباس اور ان کے شاداب چہرے اس بات کی دلیل بنا دیئے گئے ہیں کہ انڈین یونین سے روپیہ آتا ہے؟ -

غالباً مذکورہ بالا تصریحات اہل اخلاص پر اصل حقیقت کو واضح کرنے کے لئے کافی ہیں۔ لیکن جن لوگوں کو اپنی ساری پست اخلاقیوں کے ساتھ محض فتنہ آفرینی کی خدمت انجام دینی ہے، انکو ان تصریحات سے اطمینان نہ ہو تو ان سے گذارش یہی ہے کہ آپ اپنے مشاغل میں لگے رہیئے، ہم آپ کا منہ بند کرنے کے ذرائع نہیں رکھتے۔ آپ کا منہ خود آپ کا اخلاق ہی بند کر دیگا۔ کیا آپ کو یقین ہے کہ اپنی گھٹیا تدبیروں سے ایک خدا پرست جماعت کی ہوا اکھیڑنے میں آپ کامیاب ہو سکیں گے؟

ان باتوں کو ٹھنڈے دل سے سوچئے اور خدا سے ڈریئے! آخر کار اس کی عدالت میں آپ کو حساب دینا ہے!!!